OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 4 (October-December 2021)

توحید سے متعلق صوفیہ کرام اور مفسّرین کی آرا کا مطالعہ

Sufis and Commentators of the Quran on Monotheism

Muhammad Raza Ul Mustafa
Doctoral Candidate, GIFT University, Gujranwala
Dr. Muhammad Akram virk
Associate Prof. Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

Abstract

Tawheed is the fundamental belief of Muslims. The common theme of preaching of all prophets, including the Last Prophet Hazrat Muhammad (Peace be upon him) was the belief of Tawheed. The edifice of Quranic teachings is also based on Tawheed. In every period of time, saints and scholars preached for Tawheed and with their utmost efforts and abilities they have penetrated the belief of Oneness of Allah in the hearts of people. Tawheed e Ilahi means conviction in Oneness of Allah, which must be manifested both by words and actions. It implies that Allah is the only omnipotent and worthy of worship and no creature is parallel to Him. The Sufis have described the belief of monotheism in mysticism books in a simple, easy and lucid way. Later on, when logic, philosophy and complex dialectic of theology were assimilated in Islamic Sciences, Sufis' way of thinking also became diverse under that influence. The commentators of Quran have explained the belief of Tawheed in the light of injunctions in Surah Ikhlas and other Ayats in the same way as Sufis have done. There is a similarity between the Opinions of commentators of Quran and the thoughts of Sufis. If there is any difference, then it is just in style of narration. In spite of the

difference in words, the essence of message is same. And the research and inquisition for truth of Sufis and commentators of Quran are valuable and commendable in promoting and communicating the belief of monotheism.

Key Words: Sufis, Commentators, Monotheism

تمہید

دین اسلام میں عقیدۂ توحید پہلا اور بنیادی رکن ہے۔ طلوع اسلام کے وقت جتنی بھی تہذیبیں اور قومیں تھیں سب کا عقیدۂ توحید بگڑا ہوا اور آلودہ ہو چکا تھا۔ قرآن کریم کا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مسئلہ توحید کو اتنی خوبصورتی اور احسن انداز سے بیان کیا ہے کہ اس سے اوہام و خرافات کے بت منہ کے بل گر پڑے اور قدیم فلاسفہ کے شکوک وشبہات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئے۔ قرآن کریم کے علوم و معارف اور مباحث کا مرکز و محور اور سرچشمہ اللہ تعالی کی توحید ہے۔ باقی سارے امور توحید کے زیر سایہ ہیں۔ جن وانس کی تخلیق کا مقصد بھی توحید کا پیغام عام کرنا ہے۔ انسانوں کی طرف انبیائے کرام اور مرسلین عظّام کی بعثت کا مقصد بھی توحید ہے دنیا اور آخرت میں اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی اور حیات طیّبہ کے حصول کا ذریعہ بھی توحید ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ سارا قرآن ہی توحید ہے "القرآن کله توحید" تو یہ بات بالکل واقع کے مطابق ہو گی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کو اتنے واضح اور بیّن انداز سے بیان فرمایا کہ امتِ مسلمہ آج تک اس عقیدہ کی ترویج و اشاعت میں عملاً مصروف عمل ہے۔ یہ توحید کی برکت تھی کہ جس نے ملت اسلامیہ کو ایک لڑی میں پرو کرنا قابل تسخیر قوت بنا دیا تھا۔ یہ توحید سلطان و میر کی قوت و شوکت اور مرد فقیر کی ہیبت و سطوت تھی۔ توحید دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس عقیدہ کی صحت کے بغیر انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور شفاعت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ توحید تمام عقائد کی جڑ اور اصل الاصول ہے اور اعمال صالحہ دین کی فرع ہے۔ درخت کی بقاء فرع سے نہیں اصل سے ہوتی ہے۔ شاخوں اور پتوں سے درخت قائم نہیں رہتا بلکہ جڑوں کے قائم رہنے سے درخت کی بقا ہے۔ جس طرح دل و دماغ انسان کی اصل ہے اور آنکھ ناک کان زبان ہاتھ اور پاؤں فروع ہیں، اسی طرح دین اسلام کی اصل عقائد ہیں اور اعمال صالح اس کی شاخیں ہیں۔ دین اسلام کا پہلا اور بنیادی رکن توحید ہے۔ توحید کا لغوی معنٰی: توحید وحدت سے بنا ہے، جس کا معنٰی ہے، ایک کو ماننا اور ایک سے زائد ماننے سے انکار کرنا ہے۔ لغت میں توحید کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے: "التوحید تفعیل من الوحدة وہوجعل الشیء واحدا والمقصود توحید الله تعالیٰ اعتقادا انه تعالیٰ واحد فی ذاته وفی صفاته وفی افعاله، فلایشارکه فیها احدا ولا یشبهه فیها احدا"[1] (توحید الوحدۃ سے باب تفعیل کا مصدر ہے اس سے مراد کسی چیز کا ایک قرار دینا ہے۔ اللہ تعالی کی توحید سے مراد ہے اس چیز کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور افعال میں واحد و یکتا ہے ان میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی اس کا مشابہ ہے۔" اس کے شرعی معنی اللہ تعالی کو اس کی ذات وصفات میں یکتا ماننا و تنہا جاننا ماننا، لامثال ولاشریک ماننا ہے۔ اور مخلوق میں سے کسی کو اس کی ذات وصفات اور الوہیت و معبودیت میں شریک نہ ٹھہرانا ہے۔ اصطلاح میں یہ عقیدہ رکھنا توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا

وبے مثال ہے۔ عقیدہ توحید کے اصطلاحی معنی درجہ ذیل الفاظ میں بیان کیے ہیں:"نقول في التوحيد معتقدين بتو فيق الله ان الله واحد لا شريک له ولا شئی مثله ولا شئی يعجزه ولااٰله غيره قديم بلا ابتداء دائم بلاانتہاء[2]"
(ہم اللہ رب العزت کی توحید پر اعتقاد رکھتے ہوئے اس کی توفیق سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات یکتا و یگانہ ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں اور کوئی چیز اللہ تعالی کو عاجز اور کمزور نہیں کر سکتی، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لیے کوئی ابتداء نہیں۔ وہ زندہ جاوید ہے جس کے وجود کے لیے کوئی انتہا نہیں ہے۔)

توحید اور صوفیہ

شروع اسلام سے لے کر آج تک مسلم علماء اور صوفیہ نے توحیدی نظریہ اور عقیدہ کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے۔ تصوّف کی معتبر و مستند کتب میں عقیدہ توحید کو شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ صوفیہ نے اپنے قول و عمل سے توحید کی تبلیغ و تلقین کی ہے ۔ اپنے مریدین و معتقدین کو اللہ تعالی کی بار گاہ سے تمسّک اور رجوع کا حکم دیا ہے۔ مختلف اوراد اور اشغال سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیا ہے۔ توحید پر بہت ہی مایہ ناز کتب تحریر کی گئیں ہیں۔ تصوّف کی کوئی کتاب بھی توحید کے نظریہ سے خالی نہیں اور ان کا اثر تفسیری ادب میں بھی واضح طور پہ دکھائی دیتا ہے۔

(1) **شیخ ابو نصر سراج طوسی (988ء۔923ء)** توحید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اجتمعت الصوفية علیٰ ان الله واحد، احد، صمد، قديم ،عالم ،قادر، حی ،سميع ،بصير ،عزيز ،عظيم جليل، كبير، جواد ،رؤف،جبار ،باق ،اول ،معبود، اله، سيّد، مالک ،رب ،رحمان، رحيم ،مريد ،متكلم خالق، رازق، موصوف ،بكلما، وصف به نفسه من صفاته" "[3]

(تمام صوفیوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ ایک ہے، تنہا ہے، منفرد ہے، بے نیاز ہے، قدیم ہے، عالم ہے، قادر ہے، زندہ ہے، سمیع بصیر ہے، غالب ہے، عظیم ہے، جلیل ہے، کبیر ہے، سخی ہے، مہربان ہے، بہت بڑا ہے، جبار ہے، باقی ہے، اوّل ہے، معبود ہے، سردار ہے مالک ہے، پرورد گار ہے، رحمن ہے، رحیم ہے، ارادہ کرنے والا ہے، حکیم ہے، متکلم ہے، خالق ہے، رازق ہے اور ان تمام صفات سے متصف ہے جو اس نے بیان فرمائیں۔)

کلام بہت طویل ہے اختصار کے ساتھ صوفیہ کے عقیدۂ توحید کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ تصوّف کے شروع میں عقیدۂ توحید کتنا سادہ واضح آسان اور عام فہم تھا بیان کردہ عقائد میں سے ہر ایک ایک عقیدے پر قران وسنت سے دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں۔

(2)۔ **حضرت امام ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری (1072ء۔986ء)** "الرسالۃ القشیریہ" میں اپنے شیوخ اور صوفیہ کرام کا عقیدۂ توحید نقل کرتے ہیں:

"ان الحق سبحانه تعالیٰ موجود،قديم،واحد،حكيم،قادر،عليم، عالم بعلم،قادربقدرة مريد بارادة سميع بسمع يصبر بصبر متكلم بكلام حی بحياة ببقائه،[4]

(بے شک حق سبحانہ و تعالیٰ موجود ہے، قدیم ہے، واحد ہے حکمت والا ہے، قادر ہے جاننے والا ہے، قہر وغضب والا ہے، رحیم ہے، ارادہ کرنے والا سننے والا ہے بزرگی عطا کرنے والا بلندی والا کلام کرنے والا دیکھنے والا بڑائی والا قدرت والا زندہ ہے احد

(ایک) ہے باقی رہنے والا اور بے نیاز ہے اور وہ علم کے ساتھ عالم قدرت کے ساتھ قادر ارادے کے ساتھ مرید (ارادہ کرنے والا) سننے کے ساتھ سمیع ہے۔)

(3)۔۔ **حضرت سیّد علی ہجویری(1072ء-1009ء)** توحید کی تعریف اور توحید کے بارے میں عقیدہ یوں نقل کرتے ہیں:

"توحیدسه است یکی توحید حق مر حق را واں علم او بود بیگانگی خود ودیگر توحید حق مر خلق را واں حکم دی بود توحید بنده وافرینش توحید اندر دل بنده ودیگر توحید خلق باشد مرحق وعلم ایشاں بواحدانیت خداوند پس چوں بنده بحق عارفبودبرواحدانیت وی حکم تواند کرد"[5]

(توحید کی تین اقسام ہیں۔ 1 اللہ تعالی کا اپنے آپ کو واحد جاننا یعنی اللہ تعالی کو اپنی یکتائی کا علم ہونا 2۔ اللہ تعالی کی توحید ہے خلقت کے لیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی توحید کا حکم دینا اور اس کے دل میں توحید کا جذبہ پیدا کرنا۔ 3۔ خلقت کی توحید اللہ تعالی کے لئے وہ یہ ہے کہ مخلوق کا اللہ تعالی کی یکتائی اور وحدانیت کو جاننا۔

(4) **حضرت سیّد عبد القادر جیلانی(1166ء-1078ء)** توحید کے بارے میں فرماتے ہیں:

" انه واحد، احد ،فرد ،صمد ،لم یلد ولم یولد،لاشبیه له ولا نظیر ولاعون ولا شریک ولا ظهیر ولا وزیرولا ندله ولا مشیر له[6]"

(بے شک وہ اکیلا یکتا اور فرد واحد ہے، نیز وہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔۔ اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی مثل نہ کوئی اس کا مدد گار ہے نہ شریک کوئی اسے طاقت دینے والا ہے نہ کوئی وزیر اور اس کا ساجھی ہے نہ مشیر ہے۔)

(5-) **حضرت میر عبد الواحد میر عبد الواحد بلگرامی(1017ء-915ء)** توحید کے متعلق فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ واحد حقیقی است شریکی وضدی وندی وشبی ومثلی ندارد کہ گنجائش ایں چیز نادر واحد عددی متصور است ودر واحد حقیقی آن جملہ را گنجائش نیست او تعالیٰ جسم نیست کہ جسم مولف باشد بدو جزیا زدہ وجوہر نیست کہ جوہر متحیز باشد در چیزی وعرض نیست فان العرض لایبقی زمانین عبارات واشارات ودر بیان کنہ حق تعالیٰ نہ رسد وانکار وابصار اورانہ در نیابد کہ وجود خداوند تعالیٰ از زمان ومکان سابق است دار صفت کمیت وکیفیت منزہ ہر چہ درین ہا فرود اہد واحد عددی باشد نہ واحد حقیقی اجماع کردہ اند کہ صفات خداوند تعالیٰ نیز جسم وجوہر وعرض نیست"

(اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے اپنا کوئی شریک، کوئی ساتھی کوئی ہمتا، کوئی مانند اور کوئی مثال نہیں رکھتا اس لئے کہ ان چیزوں کی سمائی تو واحد عددی میں سمجھ میں آتی ہے اور واحد حقیقی ان میں سے کسی کی گنجائش نہیں وہ جسم بھی نہیں اس لئے کہ جسم دو یا زیادہ چیزوں سے مل کر بنتا ہے اور نہ وہ جوہر ہے اس لئے کہ جوہر کسی نہ کسی چیز میں قرار ضرور پکڑتا ہے اور عرض بھی نہیں اس لئے کہ ایک عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔ عبارتیں اور اشارے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے بیان سے قاصر ہیں اور فکریں اور نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا وجود زمانے اور مکان سے بھی سابق ہے اور وہ کیفیت و کمیت سے پاک ہے کہ جو کچھ ان چیزوں میں سما سکتا ہے وہ واحد عددی ہوتا ہے نہ کہ واحد حقیقی پھر علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح نہ جوہر ہیں اور نہ عرض ہیں۔)

(6) **حضرت امام مجدد الف ثانی(1624ء-1564ء)** نے اپنے مکتوبات میں عقیدۂ توحید کو بیان کرتے وقت وہی توحید بیان کی ہے جو متقدمین کی تھی اور قرآن وسنت میں جس کے مضامین بیان ہوئے ہیں کسی مرید نے حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف

حضرت امام مجدد الف ثانی کو خط اور شیخ محی الدین ابن عربی (1216ء-1161ء) کے متبعین میں سے کسی بزرگ کا کوئی قول نقل کیا جو بظاہر شریعت سے متعارض معلوم ہوتا تھا آپ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"فقیر را اصلا تاب استماع ایں سخن نیست بےاختیار رگ فاروقیم بحرکت آ مد ماراکلام محمد عربی صلی اللہ علیه وسلم درکار است نه کلام ابنِ عربی مارابنص درکار است نه بفص فتوحات مدینه مارا آز فتوحات مکیه مستغنی ساخته" [7]

(فقیر کو اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں ہے آپ کا خط پڑھتے ہی میری رگ فاروقیت بے اختیار حرکت میں آگئی ہمیں تو محمد عربی ﷺ کا کلام درکار ہے ابن عربی کا کلام درکار نہیں ہے ہمیں نص قرآنی سے بحث ہے فص یعنی (فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی کی مشہور کتاب) سے بحث نہیں فتوحات مدینہ (یعنی حضور ﷺ کی فتوحات احادیث و شریعت) نے ہمیں فتوحات مکیہ سے مستغنی بے نیاز کر دیا ہے۔)

اس مکتوب سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے شیخ احمد سرہندی توحید کے معاملے میں کتنے راسخ العقیدہ اور تصلب پسند بزرگ تھے، جو نشہ توحید سے اس قدر سرشار تھے کہ اس معاملے میں کسی سے کوئی رعایت نہیں برتتے اور نہ ہی کس کے عہدہ و منصب اور علمی وروحانی مقام سے مرعوب ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض صوفیہ کی عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عقیدۂ توحید میں حلول کا عقیدہ رکھتے تھے حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت امام مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں ان کے نظریات کی پر زور تردید اور بطلان کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں :" اللہ تعالی کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے حق تعالیٰ ان تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے اس احاطہ اور قرب و معیت وہ مراد نہیں ہیں جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں لیکن اور جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں اس سے بھی منزہ اور پاک ہے کیونکہ ممکن کو حق تعالی کی ذات وصفات کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے اور حق تعالی کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا نا یہ کہ فقیر خدا تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے کیوں کے یہ کفر اور زندقہ ہے" [8]

اس مکتوب سے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں اگر صوفیانہ مکتبہ فکر میں کوئی اعتقادی کمزوری اور فکری کج روی پیدا ہوئی ہے تو اس کا علاج اور مداوا بھی صوفیہ نے ہی کیا ہے۔ مذکورہ بالا مکتوب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کی توحید خالص ہی صوفیہ کا عقیدہ ہے تو توحید مدار ایمان ہے یہ نظریہ اور عقیدہ رکھنا کہ خدا بندے کے اندر حلول کر جاتا ہے یعنی بندہ اور خدا ایک ہو جاتے ہیں یا بندہ خدا کا جز یا حصہ بن جاتا ہے یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے۔ [9]

توحید کے بارے میں یہ عقائد و نظریات اور افکار تصوّف کی مستند اور معتبر امہات الکتب سے پیش کئے گئے ہیں۔

,1۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقدمین اور پہلے کے صوفیہ توحید کے بارے میں کتنے واضح عقائد کے حامل تھے۔ شروع کے صوفیہ کی کتب کے اندر بیان کردہ عقیدۂ توحید قرآن و سنت کے مزاج اور روح سے ہم آہنگ ہیں۔

2۔ صوفیہ کے بیان کردہ توحید کے عقائد بعینہ وہی نظر آتے ہیں جو قرآن و سنت کی تعلیمات کا جوہر ہیں۔

3۔ بیان کردہ تمام عقائد اور افکار و نظریات کسی قسم کی تصنّع، بناوٹ اور ملمع سازی سے پاک نظر آتے ہیں۔

4۔ صوفیہ نے اپنے بیان میں سادگی اور سلاست کو پیش نظر رکھا ہے کسی قسم کے مبہم، اور مشکل گفتگو سے پرہیز کیا ہے ان کا منشا اور مطلوب یہ نظر آتا ہے کہ عوام کی عقل و فہم کے مطابق بات کی جائے۔

5۔ اس میں منطق اور فلسفہ کی موشگافیاں نہیں ہیں یوں لگتا ہے کہ گویا قرآن و سنت کی ہی سادہ زبان میں ایک تشریح کی گئی ہے.

6۔ بعد ازاں جب یونانی علوم و فلسفہ اسلامی تہذیب و تمدّن کے اندر داخل ہوئے تو اس نے اسلامی علوم و فنون پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ شروع میں عقیدۂ توحید و رسالت وحی الٰہی کے نور سے منوّر تھا، جب اس کے اندر عقلی و فلسفی مباحث داخل ہوئیں تو مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے تو صوفیہ نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے عقلی و نقلی علوم سیکھے اور جہاں مناسب سمجھا اس کی وضاحت کی ہے۔ جیسا کہ وحدۃ الوجود کا نظریہ دین میں داخل ہو گیا۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وحدۃ الوجود کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی شریعت کا مسئلہ ہے۔ عقیدہ اور شریعت کا مسئلہ توحید کا مسئلہ ہے۔ وحدت فلسفہ کا مسئلہ ہے جس کی ضد کثرت ہے، جب تصوّف میں فلسفیانہ عناصر شامل ہونے لگے اور یہ سلسلہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری سے شروع ہو گیا تھا اور اس سے پہلے بھی کبھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا اس وقت سے بہت سے ایسے مباحث تصوّف کی کتب میں آ گئے جو نہ عقیدے کا مسئلہ تھے نہ ہی طریقت کا مسئلہ تھے نہ قربِ الٰہی سے ان کا کوئی تعلق تھا وہ فلسفہ کے مسائل تھے، مثلاً وحدۃ الوجود اور اس طرح کے مباحث کی صورت میں سامنے آئے یہ مباحث تصوّف بیان کرنے میں سب سے زیادہ نمایاں کردار شیخ محی الدین ابن عربی کا ہے جو شیخ اکبر کے نام سے مشہور ہیں۔ وحدۃ الوجود کے مباحث کا اتنا چرچا ہوا کہ یہ ایک مستقل فکر و نظر کا مکتب / گروہ بن گیا برّصغیر پاک وہند کے مفسّرین پر بھی تفسیر اشاری اور صوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے اس کے اثرات نظر آتے ہیں جن کی تفصیل آگے چل کر آ رہی ہے۔

7۔ صوفیہ کا اجتماعی مزاج قرآن و سنت سے تمسک اور تعلق کا ہی رہا ہے۔ جس کی ایک جھلک مذکورہ بالا عقائد و نظریات میں نظر آتی ہے جو صوفیہ کی کتب سے پیش کیے گئے ہیں۔ برّصغیر میں صوفیہ اسلام کی آمد سے پہلے لوگوں نے اپنے عقائد و نظریات کو شرک اور بت پرستی سے آلودہ کر رکھا تھا۔ انسانوں کی درجہ بندی کے ساتھ ساتھ دیوی دیوتاؤں اور معبودوں کی بھی درجہ بندی تھی۔ صوفیہ کی آمد سے جہاں پر اشاعتِ اسلام ہوئی وہاں پر مسلم معاشرت میں تہذیب و ثقافت مذہب و معاشرت زبان و بیان اور عقائد و نظریات میں نمایاں تبدیلی آئی۔ 8۔ صوفیہ نے برّصغیر کے گوشے گوشے میں اپنے آپ کو اشاعتِ اسلام کے لئے وقف کیا۔ ان کی اخلاص بھری کاوشوں کا یہ ثمرہ تھا کہ اسلام پھیلتا گیا۔ جس کے نتیجہ میں فکری جمود ٹوٹا کفر و شرک کے بادل چھٹ گئے۔ گلشن اسلام کے اندر بہار آ گئی .نئے معاشرے کو توحید کی برکات میسر آئیں۔ بلاشبہ اس مساعی میں صوفیہ کا کردار شاندار و جاندار رہے

(ب)۔ توحید اور مفسّرین:

برّصغیر کے تفسیری ادب میں سے عقیدۂ توحید کی مباحث کا جائزہ لیا گیا اور عقیدہ توحید کی تفصیل کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 163 اور توحید کی جامع اور اکمل سورۃ الاخلاص کو منتخب کیا گیا تو مطالعہ و جائزہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برّصغیر کے صوفیانہ رجحان رکھنے والے مفسّرین وحدۃ الوجود کے فلسفے کو تفسیری مضامین میں بھی بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

1۔ " **قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (1810ء–1730ء)** نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور صفات کمالیہ بیان کی اللہ تعالی کا واجب الوجود اور قادر مطلق ہونا واحد ہونا بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، کمی، کمزوری نقصان اور زوال سے پاک

ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات بے نظیر بے مثال ہے اسی طرح اللہ تعالی کی صفات بے نظیر و بے مثال ہے اور ان صفات کے اندر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر وحدۃ الوجود کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ مثلا سورۃ الاخلاص کی آیت نمبر 1 قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تفسیر میں قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں فرماتے ہیں: قالویعنی لااله الاالله لا موجود الا الله فالموجود الحقیقی فی الخارج لیس الا الله تعالی وما عداه من الممکنات الموجوده متصفه بوجوده کالظل لوجوده فی الخارج او هو کالظل للخارج الحقیقی وکذا الحال فی العلم والقدره وسائر الصفات قال الله تعالی ذلک بان الله هوالحق یعنی الثابت المتحققالمتاصل فی وجوده و صفاته وان ما یدعون من دونه هو الباطل یعنی اللاشئ فی نفسه و قال الله تعالیٰ کل شئ هالک الا وجهه فصفات الممکنات انما یشارک صفات الواجب تعالیٰ اشتراکا اسمیا لا اشتراکا حقیقیا وامن و لایفهم کلام الصوفیه فعلیه التشبث باذیا لهم حتی یتبین لهم انه الحق۔۔۔وان بقی الکلام فی مثل ان صفاته تعالیٰ عین ذاته اوزائداه علیها فلا محذور فیه ولا یتعلق به غرض بل البحث عن مثل هذه الابحاث الفلسفه یقضی الی المهلکه "[10] (اسی لئے صوفیہ نے لا الٰہ اللہ کا معنی لا موجود الا اللہ بیان کیا ہے کیونکہ واقع میں موجود حقیقی سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں تمام ممکنات کا وجود واقعی نفس الامری اور حقیقی وجود کے سایہ کی طرح ہے (بے اصل، باطل، بے حقیقت) یہی حال تمام صفات کا ہے (کہ صفات الٰہی حاصل یہی اور صفات ممکن ان کا سایہ پرتو) یعنی اللہ ہی ثابت موجود حق اور اصلی ہے جس کو وہ پکارتے ہیں۔) دوسری آیت مبارکہ یہ ہے: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [11]" (ہر چیز زوال پذیر بے حقیقت ہے سوائے ذات الٰہی کے۔) پس ممکن کی صفات اللہ کی صفات کے ساتھ صرف نام میں شریک ہیں۔ اشتراک حقیقی نہیں ہے جو شخص کلام صوفیہ کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اس کو ان کے دامن سے وابستہ رہنا چاہیے تاکہ اس پر حق کا انکشاف ہو جائے باقی رہی یہ تحقیق کے اللہ تعالی کی صفات ذات کی عین ہیں یا غیر ذات تو اس سے کوئی دینی غرض وابستہ نہیں یہ فلسفی مباحث ہیں ان میں بحث کرنا ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے نظریہ وحدۃ الوجود کو اختیار کیا ہے مگر سادہ احسن اور آسان انداز میں بیان کیا ہے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک توحید کا مطلب لا الٰہ اللہ کا مطلب، لا موجود الا اللہ ہے یعنی اللہ کے علاوہ کسی شے کا وجود نہیں ہے یہ وہی مثال بنتی ہے کہ جب سورج آسمان پر نکلا ہو تو آسمان پر ہر طرف سورج کا وجود ہی نظر آتا ہے اگرچہ ستارے وہاں پر موجود ہوتے ہیں مگر سورج کی روشنی اور اس کی کرنوں کا غلبہ اتنا ہوتا ہے کہ ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح وہ بندہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید کے سمندر میں غرق ہوا سے اس عالم آب و گل میں ہر طرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید کا جلوہ اور عکس نظر آتا ہے۔ اور یہاں پر تصوّف کے محقق حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی شاہ (1878-1951)[12] کی بات درست معلوم ہوتی نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں "تمام صوفیہ کا مسئلہ توحید وجودی پر اتفاق ہے۔ اظہار حقیقت کے لئے البتہ مختلف پیرایوں اور مختلف اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے مگر حقیقتاً سب آپس میں متفق ہیں۔ عوام اور اغیار کو جو اختلافات نظر آتے ہیں وہ سطحی اور لفظی ہیں نہ کہ معنوی"[13]

سب سے اہم بات یہ ہے کہ علماء کرام نے اس بحث میں پڑنے سے منع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں یا غیر ہیں؟۔ انھوں نے واضح طور پر لکھا کہ یہ فلسفہ کی مباحث ہیں جن کے اندر کوئی دینی یا دنیاوی غرض شامل نہیں ہیں۔ اور ہمارے

دین کے اندر تو ویسے بھی لایعنی اور فضول کاموں سے منع کیا گیا ہے تو ان مباحث میں پڑھنے کی کوئی دینی مصلحت اور غرض نظر نہیں آتی۔ اور اس سے یہ دعویٰ مزید پختہ اور مضبوط ہوتا ہے کہ وحدۃ الوجود عقیدہ کا مسئلہ نہیں ہے فلسفہ کے مباحث ہیں۔

اسی طرح عقیدۂ توحید بیان کرتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ [14] (اور تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔)

2۔ "اس آیت مبارکہ کی تفسیر صوفیانہ کرتے ہوئے **مفتی احمد یار خان نعیمی** (1971ء-1904ء) لکھتے ہیں: اے توحید والو جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک معبود ہے اور ذات ایک وہی موجود اس کے ماسوا سب معدوم ہے جو ہے اسی کا، تو سائے کو اصل سمجھ کر ادھر گردن جھکانا جہالت ہے پھر اس کی رحمت ہر موجود کو شامل لہٰذا وہ رحمان ہے اور اس کی ہدایت مومنین کے لیے خاص لہٰذا وہ رحیم ذات تک پہنچنے والے اسے "الا ھو" سے پہچانیں اور جن کی رسائی فقط صفات کہوں اسے رحمان رحیم سے جانیں"[15] الحمد" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صوفیہ کرام فرماتے ہیں: "لا موجود الا للہ صرف حق تعالیٰ موجود ہے دنیا کی باقی ساری چیزیں اس کا سایہ اور اعتبار ہیں حقیقت محمدیہ ﷺ اس کا اعتبار اوّل باقی سارا عالم اس کے اعتبارات اسی طرح حقیقی نور نور حق تعالیٰ حقیقت محمدیہ ﷺ پہلا مخلوق نور لا موجود الا للہ سے حضور ﷺ کے ذرے ذرے میں موجود ہونے کا مسئلہ حل ہو گیا اسی کو صوفیہ کرام مسئلہ وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔"[16]

3۔ وحدۃ الوجود کے تصور پر حافظ عبد السلام بن محمد صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت کی تفسیر میں وحدۃ الوجود کے تصور کو شرکیہ عقیدہ اور توحید الٰہی کے منافی قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اس ایک ہی آیت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا شریک بنانے والوں کی تردید ہو گی خواہ وہ مجوسی (آتش پرست) ہوں جو دو خدا مانتے ہیں ایک خیر کا خالق (یزداں) دوسرا شر کا خالق (اہرمن) خواہ تثلیث (تین خداؤں) کو ماننے والے ہوں خواہ ہندو ہوں جو کروڑوں (دیوتاؤں) کو خدائی میں حصے دار مانتے ہیں ہیں خواہ وحدۃ الوجود کے قائل ہوں جو ہر چیز ہی کو اللہ مانتے ہیں کیوں کہ اگر ہر چیز اللہ ہے یا ہر چیز میں اللہ ہے۔ تو اللہ ایک نہ رہا جبکہ اللہ تعالیٰ کا تعارف ہی یہ ہے وہ ایک ہے اس میں تعدد اور کثرت نہیں۔"[17]

وحدۃ الوجود سے مراد اگر صرف یہی ہے کے کائنات میں حقیقی، مستقل اور پائیدار وجود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے ماسوا اللہ تعالیٰ کے باقی سب اعتبارات ہیں اس پر تو خود اللہ تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۞ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [18] (جو کچھ زمین پر ہے سب کچھ فنا ہو جانے والا ہے اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہنے والی ہے۔) اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صوفیہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید میں اس قدر منہمک اور مستغرق تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدت کے علاوہ کوئی اور شے نظر ہی نہیں آتی تھی، اور اگر وحدۃ الوجود سے یہ مراد ہے جیسا بعض حضرات نے سمجھا کہ وحدۃ الوجود کا مطلب وجود کا اتحاد ہے ہر شے معاذ اللہ خدا ہے گویا کہ بت اور خدا ایک ہی شے ہیں اور یہ عقیدہ کفریہ عقیدہ ہے جس کی خود صوفیہ نے مذمت کی ہے۔

ایک بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ برّصغیر کا تفسیری ادب میں جس مفسر نے بھی وحدۃ الوجود پر گفتگو کی ہے اس کے پیش نظر مقدم اور اوّلین ترجیح شریعت مطہرہ کی بالادستی اور حق تعالیٰ کے خالص توحید رہی ہے کسی نے بھی شریعتِ مطہرہ کی خلاف ورزی اور دین کی نظریاتی بنیادوں کو منہدم کرنے والا نظریہ نہیں اپنایا ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ[19] (اور تمھارا الہ ایک خدا ہے اسکے علاوہ کوئی اور الہ نہیں وہ مہربان اور رحمت فرمانے والا ہے۔)

4۔ اس کے تحت **مولانا امین احسن اصلاحی (1997ء–1904ء)** لکھتے ہیں:

"یہود اور سابقہ امتوں نے خدا تعالیٰ کی صفات رحمان اور رحیم کو عام نہ کیا انہوں نے اللہ تعالی کا تعارف ایک نہایت ہی ہیبت ناک خوفناک ہولناک ہستی کی صورت میں کروایا اللہ تعالی کو جلالی اور سخت ناراضگی والا پیش کیا کیا ان کے دینی ادب میں خدا کا تصور بڑا قہر والا غضب والا اور غصے والا تھا" پھر اس کے کچھ مقربین اور درباری محض اپنے ذہن سے ایجاد کر کے ان کی پرستش شروع کر دی تاکہ یہ ان کو اس ہولناک خدا کی آفتوں سے محفوظ رکھ سکیں"[20] یہود نے اور بنو اسرائیل نے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقرّب سفارشی دینی ہستیوں کا صالحین کا تصور پیش کیا پھر ان کی پوجا شروع کر دی۔ چنانچہ توحید جب یہود (بنی اسرائیل) سے بنی اسماعیل کی طرف آئی تو بطور خاص توحید کا سبق یاد دلایا گیا۔ مولانا کی رائے کے مطابق اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لیے اور توحید کی لذت پانے کے لیے وسیلہ اور صالحین کا تقرب اس کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کام بگڑی ہوئی اقوام کرتی رہی ہیں۔

5۔ اسی آیت کریمہ کی تفسیر مولانا غلام اللہ خان (1980ء–1905ء) نے کی ہے ان کے نزدیک الہ کا مطلب حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب، قادر مطلق ہوتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "الہ جو عالم الغیب، قادر علی الاطلاق، مالک و مختار، حاجت روا، مشکل کشا ہونے کی وجہ سے تمام عبادات مالیہ، بدنیہ اور لسانیہ کی مستحق ہو جس سے حاجات میں پکارا جائے مصائب و بلیات میں جس کی پناہ ڈھونڈی جائے جس کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی نظریں اور منّتیں دی جائیں"[21] الہ سے مراد وہ ذات ہے۔ مولانا اصلاحی نے اللہ کا جو مفہوم بیان کیا ہے الہ کی صفات رحیمیت اور کریمیت بیان کرنی چاہیے یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا اسلوب ہے یہ بات درست ہے کیونکہ خود اللہ کریم نے اپنے آپ کو رحمت والی اور لطف و کرم والی ہستی کے طور پر متعارف کرایا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا تعارف اس طور پر کروانا کہ وہ سفارشیوں کے بغیر اور وسیلہ کے بغیر کسی کے سنتا ہی نہیں یا اس کی بارگاہ تک کسی کی رسائی ہی ممکن نہیں یہ نادرست بات ہے ایسا دعوی صوفیانہ مکتب فکر کے کسی صاحب علم نے نہیں کیا۔

6۔ **علامہ غلام رسول سعیدی (2016ء–1937ء)** نے الہ کے اس معنی سے اختلاف کیا ہے جو دوسرے مکاتب فکر نے کیا ہے ان کی رائے میں الہ کا مطلب واجب الوجود ہے، قدیم ہے اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے وہ مستحق عبادت ہے وہ اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: " اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے قدیم ہے اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے وہ مستحق عبادت ہے جو اللہ تعالی کے سوا کسی کو واجب اور قدیم ماننا یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا شرک ہے اس کے علاوہ کوئی چیز شرک نہیں ہے"[22] علامہ سعیدی کے نزدیک صالحین کا دعاؤں میں وسیلہ لینا اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا یہ چیزیں توحید کے منافی نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی شرک ہوتا ہے شرک اس وقت ہوتا ہے جب مخلوق کا مرتبہ اتنا بڑھا دیا جائے کہ اسے اللہ کی طرح واجب الوجود اور مستحق عبادت سمجھا جائے ان کے نزدیک اہل سنت و جماعت اولیاء اللہ کو نہ تو اللہ کی طرح واجب الوجود مانتے ہیں اور نہ ہی عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں اگر کوئی مسلمان صالحین کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا اسناد مجازی کے طور پر ان سے کہے کہ آپ ہمیں فلاں چیز عطا فرما دیں تو یہ کلمہ شرکیہ نہیں ہے۔ جیسے حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا سے فرمایا"ا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ گ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا "[23](میں آپ کے رب کا بھیجا ہوں تا کہ آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں۔)جب حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹا دینے کے نسبت اپنی طرف کرسکتے ہیں تو مسلمان بھی بیٹا دینے کی نسبت اولیاء وصالحین کی طرف کرسکتے ہیں اور ان میں کوئی چیز شرک نہیں ہے اور مخلص مسلمانوں کو قبر پرست اور مشرک کہنا یہ انتہائی الفاظ ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے [24]۔"مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں نے اللہ تعالی کا تعارف انتہائی ہیبت ناک جلالی اور غصیلے بادشاہ کی طرح کروایا اور اس کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے درباریوں کے وسیلے کی ضرورت پڑتی ہے۔ساری تفسیر میں ہی ان کا یہ انداز نظر آتا ہے کہ اپنی بات کو بڑی قطعیت اور وثوق سے بیان کرتے ہیں۔اگر ان کی رائے کا اعتبار کر لیا جائے تو یہ بات موجود ہے کہ تصوّف کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا جاہ و جلال اور قہر وغضب والا تعارف نہیں کرایا گیا بلکہ اللہ تعالی کے لطف وکرم ومہربانی اور فضل کو غالب رکھ کر بیان کیا گیا نیز اولیاء وصوفیہ تو لطف وکرم اور شفقت ومہربانی کا پیکر ہوتے تھے گویا کہ اللہ کریم کی رحمت کا مظہر تھے جن کی مہربانی اور عطا اپنے اور بےگانوں کے لئے یکساں ہوتی تھی۔ لیکن نیک لوگوں کا وسیلہ ایک الگ معاملہ ہے جو ازروئے شرع جائز ہے۔تصوّف چونکہ سراسر عملی دین ہے۔عقیدہ توحید کی بحث میں صوفیہ کرام نے جو حقائق ومعارف ذات وصفات باری تعالیٰ کے بیان کیے ہیں وہ اپنے ذوق اور کیفیات کے مطابق بیان کیا ہے۔توحید اور وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کہ اسرار ورموز اور حقائق کو بیان کرنے کے لیے ان کو انسانی زبان استعمال کرنی پڑی جو بالکل ناکافی ہے۔حقائق الٰہی معرفت الٰہی کو انسانی زبان کماحقہ بیان ہی نہیں کرسکتی ہے۔ نیز حقائق الٰہی کو انسانی زبان میں بیان کرنے سے ایک وبال یہ پیش آتا ہے کبھی ہم بے مثل کو مثل کی صورت دے بیٹھتے ہیں کبھی ذات کی لامحدودیت کو ہم سمندر کہ جاتے ہیں تو کبھی نور ذات حق کو شمس و آفتاب سے تشبیہ دیتے ہیں جس سے لاتعداد پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور شریعت مطہرہ کے محافظین مفتیان کرام صوفیہ پر فتویٰ لگا دیتے ہیں تو یہ وہ دشواری اور پیچیدگی ہے جو حقائق اور معرفت کی بات کرتے وقت ایک عارف کو پیش آتی ہے۔"صوفیہ کے کلام کو سمجھنے کے لئے دانش برہانی کے ساتھ ساتھ دانش نورانی کی بھی ضرورت ہے"[25]اور سب سے زیادہ ضروری بات یہ سمجھنے کی ہے اللہ تعالی کی ذات کی حقیقت کو جاننا ذات وصفات باری تعالیٰ کی حقیقت کو پوری طرح سمجھنا انسانی اور بشری امکان سے باہر ہے۔نبی کریم ﷺ ہوں یا دیگر انبیائے کرام ہوں،اوّلیائے کاملین ہوں یا عارفین مقربین ہوں جس کو جس قدر کشف والہام سے ذات و صفات باری تعالی کا علم ہوا ہے وہ جزوی ہے، کلی نہیں ہے۔اور نہ ہی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم اللہ تعالی کی معرفت کو پانے میں کامیاب ہوگئے ہیں جس طرح کے اس کا حق تھا۔ذات وصفات باری تعالی کو پوری طرح سمجھنا انسان کے لئے ناممکن ہے اس لیے تصوّف کی امہات الکتب ہوں یا تفسیری ادب اس میں اللہ تعالی کی توحید کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے ذات وصفات کا مکمل ادراک نہیں ہوتا بلکہ جزوی اور اپنی ہمت طاقت وعقل فہم اور استعداد کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔۔گزشتہ ہزار سال سے ہر صوفی نے اللہ تعالی کی توحید اور وحدانیت کی بات کی ہے اور مخلوق کو ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں جھکایا ہے۔کوئی غالی سے غالی صوفی بھی شریعت کیخلاف لوگوں کو تلقین کرتا نظر نہیں آتا۔کسی بزرگ اور صوفی شیخ نے اپنے آپ کو سجدے نہیں کروائے بلکہ مخلوق کو اپنے جمیع معاملات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کا حکم دیا ہے جن پر تصوّف کی کتب شاہد ہیں ۔عقیدۂ توحید پر ایک اور کلامی بحث اللہ تعالی کے الوہیت کے معنٰی کے لحاظ سے کی گئی ہے۔متقدمین صوفیہ تصوّف کے عقیدہ توحید کی کلامی مباحث وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر روشنی ڈالتے ہیں۔بعد میں برّصغیر پاک وہند میں انگریز کی آمد کے بعد

جہاں پر فرقہ واریت کو ہوا ملی وہاں یہ نت نئے نظریات اور افکار نے جنم لیا جس کی بدولت کلامی مباحث کا رجحان بھی تبدیل ہو گیا گیا چنانچہ تفسیری ادب میں اس طرح کی مباحث کا دروازہ کھل گیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد لینا جائز ہے یا ناجائز مشکلات میں صالحین اور مقربین کا وسیلہ اور توسّل پیش کرنا کیسا؟ ندا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کے علاوہ نبیوں کے پاس علم غیب ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ وہ بحث ومباحثہ مناظرہ مجادلہ کا دور تھا اس دور کے اہل علم بھی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ کیونکہ ماحول کا ایک مستقل اثر ہوتا ہے اور کلامی مباحث کا یہ اثر مفسّرین کی تفاسیر میں نظر آتا ہے تو اس بحث کو اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ بحث

1۔ توحید دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ جو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر رسول اکرم ﷺ تک تمام ادیان میں مشترک رہا اور اللہ تعالیٰ کے تمام نبی اسی عقیدہ توحید کے ابلاغ کے لیے مبعوث کیے گئے۔ اور کسی بھی قوم میں نئے نبی اور رسول کی ضرورت تب پڑتی ہے، جب ان کے توحید کے عقیدے میں خرابی آجائے۔ توحید اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات اور افعال میں واحد یکتا ماننا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور الوہیت اور معبودیت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرانا عقیدۂ توحید کہلاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور مستحق عبادت ہے یہ فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی شان ہے کہ وہ واجب الوجود ہے۔ مخلوق میں کسی کا رتبہ اتنا بڑھا دیا جائے کہ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرح واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے تو یہ شرک کہلاتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے عقائد کی کتب کے اندر بیان کیا ہے۔ اسی طرح توحید کی تعریفات صوفیہ نے اپنی کتب میں اسی طرح ہی بیان فرمائی ہیں جس طرح توحید کی تعریف عقائد کی کتب میں بیان کی گئی ہے جب تصوّف کا آغاز ہوا تو ابتدا میں اس کی تعلیمات سادہ فطری اور عقائد کے لحاظ سے صراحتاً انھی امور پر مشتمل تھیں جو امور قرآن وسنت نے بیان کیے ہیں بعد ازاں جب اشاعتِ اسلام کا سلسلہ وسیع تر ہوا تو مسلمانوں کے عقائد میں فلسفیانہ مباحث کی آمیزش ہو گئی۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا ذکر توحید کے عنوان سے ہونے لگا۔ وحدۃ الوجود کے فلسفہ کو بیان کرنے کے لیے شیخ اکبر ابن محی الدین عربی کا نام نمایاں ہے بعد ازاں امام مجدد الف ثانی نے وحدۃ الشہود کا نظریہ بیان کیا۔ محققین کے نزدیک یہ شریعت کے مسائل نہیں ہیں بلکہ فلسفہ کے مسائل ہیں جن پر تنقید بھی کی گئی اور کی جاتی رہے گی۔ اس بارے میں حضرت امام مجدد الف ثانی کی کاوشیں قابل قدر ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں ابن عربی کا کلام فص درکار نہیں ہمیں نص قرآنی درکار ہے۔ 2۔ اعتقادی میدان میں اگر بگاڑ پیدا ہوا تو اس کی کجروی اور بگاڑ کا علاج بھی صوفیہ نے ہی کیا۔ 3۔ توحید کے متعلق سورۃ الاخلاص کی آیت کی روشنی میں مفسّرین کی آراء وافکار کا جائزہ لیا گیا تو صوفیہ اور مفسّرین کی آراء میں مماثلت نظر آتی ہے۔ اگرچہ انداز بیان اور طرز اسلوب جداگانہ ہے مگر مفہوم ایک ہی ہے۔ 4۔ جس طرح نوآبادیاتی دور میں مسلمان فرقوں کے درمیان بحث ومباحثہ مناظرے مجادلے کا ماحول رہا ان کے اثرات تفسیری ادب میں بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں کہ عقیدۂ توحید کو بیان کرتے ہوئے کچھ مفسّرین الٰہ کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ اللہ وہ ہے جو حاجت روا ہو مشکل کشا ہو دستگیر ہو جس کے لئے نذر نیاز دی جائے عالم الغیب ہو وغیرہ وغیرہ جبکہ دوسری طرف کے مفسّرین کا خیال ہے کہ الٰہ کی تعریف یہی ہے کہ وہ واجب الوجود ہو اور مستحق عبادت ہو۔ 5۔ توحید کا مضمون مناظروں اور وعظ ونصیحت سے بیان ہو رہا ہے اور طرفین افراط وتفریط کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک طبقہ ہر قیمت پر اللہ تعالیٰ کی صفات صالحین کو دینے پر دلائل تراش رہا ہے دوسرا طبقہ توحید کو کرخنگی جارحانہ پن اور غیر

لچکدار رویوں سے پیش کر رہا ہے۔ توحید دراصل قیل و قال کا موضوع نہیں ہے بلکہ یہ تو کیفیت اور حال کا معاملہ ہے توحید تو اسلام کا جمالیاتی حسن اخلاق حسنہ سے پیش کرنے کا نام ہے۔ توحید وہ باطنی نور ہے جو عبادت ریاضت ذکر فکر اور تربیت سے روشن اور منوّر ہوتا ہے۔ اور تصوّف کے عنوان میں توحید کے حوالے سے دیکھیں تو تصوّف کی امہات الکتب اور صوفیہ کے مواعظ مجالس توحید کی تعلیمات سے بھری پڑی ہیں توحید ہی وہ الہامی پیغام ہے جو اس وقت معاشرے میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ 7۔ صوفیہ کرام نے تصوّف کی کتب میں اور مفسّرین نے تفاسیر میں بڑی شد و مد اور اہتمام کے ساتھ توحید بیان کی ہے۔

References

[1]Ibn-e-Manzural-Afriqi, *Lisan al-Arab* (Berut: Dar UlKutub al Ilmia), 5: 289.
[2] Ahmad bin Muhammad al-Tahavi, Al- Aqeeda Al- Tahavia (Berut: Al- Khidmatwalabhas al-Saqafiya, 1987 AD), 11.
[3] Abu Bakar bin Ishaq al-Kalabazi, KitabulTaruf li MazhabAhl-e-Tasawuf (Al-Qahra: Maktaba Al-Khanji, 1994 AD), 13.
[4] Abdul Kareem bin Hawazan Al-Qusheri, Al-Risala Al-Qusheria (Al-Qahra: Dar Al-ShoablilSihafawalTabawalNashra), 38.
[5] Ali bin Usman Hajweri, Kashf al-Mahjoob (Lahore: Al-Nuria Al-Rizvia Publishing Company, 1988 AD), 303.
[6] Abdul Qadir Al-Jilani, GunyatulTalbin (Qahra: Al-Markaz Al-Arbiwal Alum, 1988 AD), 97.
[7] Sheikh Ahmad Sarhandi, Maktubat (Lahore :Noor company,1988 AD), 1:177.
[8]Sarhandi, Maktubat, 2:185.

[10]Qazi Muhammad Sana Ullah Pani Patti, Tafsir e Mazhari (Queta: MaktabaRashidia, 2000 AD), 10:371.
[11]Al- Qasas 28:88

[13] Syed Muhammad ShaZaoqi, Sirr-e-Dilbaran (Lahore: Al- Faisal Nasheran, 2008 AD), 397.
[14] Al-Baqra 2:163
[15] Mufti Ahmad Yar Khan Naimi, TafsirNaimi (Lahore: MaktabaIslamia, 2004 AD), 2:113.
[16]Naimi, TafsirNaimi, 1:67.
[17] Hafiz Abdul salam bin Muhammad, Tafsir al-Quran Al-Karim (Lahore:dar ul undlas ,1998 AD), 4:1016.
[18]Al-Rahman 55:27.
[19] Al-Baqra 2:163.
[20] Amin Ahsan Islahi, Tabbar Quran (Lahore: Faran Foundation 2000 AD), 1:394.

[21]GhulamUllah Khan, Jawahar al- Quran (Rawal pindi : kutb khana rasheediea ,1990 AD), 79.
[22]GulamRasulSaeedi, Tibyanul- Quran (Lahore: Farid Book Stall 2008 AD), 12:1036.
[23]Maryam 19:19.
[24]Saeedi, Tibyanul- Quran, 12:167.
[25] Dr. Masud Ahmad Naqshbandi, Tazkira Imam RabbaniMujaddadSani(Karachi: IdaraMasudia, 2007 AD),